سیکشن 'ب'

سوال نمبر 2:

(vi)

جواب:-

محلے کے بزرگ کے سمجھانے پر راجہ صاحب نے جواب دیا کہ یہ عورتوں کا معاملہ ہے اور آپ اگر ہم مرد اس میں دخل اندازی دینگے تو کیا اچھے لگیں گے؟ نہیں نہ۔ ہاں البتہ اگر آپ اپنی بیویوں کو ان کے پاس سمجھانے کیلئے بھیج دے تو وہ اچھا ہوگا۔

3

سبق کا نام: مائیں

(i)

جواب:

حاجی اورنگ زیب خان کے خط کا خلاصہ:

KHYBER PAKHTUNKHWA KHYBER PAKHTUNKHWA KHYBER PAKHTUNKHWA

حاجی اورنگ زیب خان نے بشارت کو جو خط لکھا تھا اس کا خلاصہ ذیل ہے:-

"میں نے لنڈی کوتل تک نظر ڈالی تو مجھے پتا چلا کہ آپ سے زیادہ مہمان نواز اور خوش طبیعت انسان کوئی نہیں۔ چونکہ میری جان لیوا بیماری سیروسیس جس کی وجہ سے ڈاکٹر نے ہمیشہ مجھے خوش رہنے کی تلقین کی ہے اسی لیے میں آپ کے پاس آگیا۔ آپ کے ساتھ گزارے وقت نے میری زندگی بڑھا دی۔ اس بیماری کا بیڑا غرق ہو اب تو خط لکھنے میں بھی سانس رک جاتی ہے۔ آپ کی بھابھی بھی رونے لگتی ہے میں اسے سمجھاتا ہوں کہ میں اتنی آسانی سے اس بیماری سے مرنے والا یا ہار ماننے والا نہیں ہوں۔

(۷)

جواب:

ماسٹر الیاس سیدھے سادھے، شریف اور سادہ لوح انسان تھے۔ ان کو جھوٹ بولنا بالکل بھی نہیں آتا تھا۔ ان کو لوگوں سے کیسے کام نکلوانا ہے، نہیں آتا تھا۔ وہ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ ان کی فطرت میں لوگوں سے فریب سے کام نکالنا بالکل بھی نہیں تھا۔ آج کل کے لوگ تو ایک دوسرے سے دوستیاں اس لیے بناتے ہیں کہ

ایک دوسرے سے کام نکلوا سکیں۔ اور ماسٹر الیاس کے محلے کے لوگوں کو لگتا تھا کہ وہ ان کے کسی بھی کام کا نہیں ہے اس لیے وہ اس سے دوستی نہیں کرتے تھے۔

(xi)

جواب:-

سقراط کے مخالفین نے ان پر الزامات لگائے کہ وہ اپنی مشغلوں سے نوجوان نسل کو خراب کر رہے ہیں۔ وہ نوجوانوں کو وطن نفرت پر ابھار رہا ہے اور مزید یہ کہ وہ انہیں اپنے والدین کی نافرمانی پر بھی ابھار رہا ہے۔
ان الزامات کی بنا پر انہیں واجب القتل قرار دیا گیا اور موت کیلئے انہیں زہر کا پیالہ پیش کیا گیا جو انہوں نے خوشی خوشی پی لیا اور موت قبول کی۔

(xiii)

جواب:-

رموزِ اوقاف:

رموز "رمز" کی جمع ہے جس کے معنی ہے

خفیہ بات یا خفیہ اشارے کرے ہے۔

اوقاف، وقف کی جمع ہے جس کے معنی وقفے کے ہے یعنی رکنے یا وقفہ دینے کے ہے۔

رموز اوقاف کسی تحریر میں سمجھنے یا بولتے وقت دوسروں کو سمجھانے کی غرض سے استعمال ہوتے ہیں یعنی الفاظ کے بیچ میں وقفہ دے کر دوسروں کو مطلب پہنچانا ہے۔ ان علامات کے بغیر تو اقتباس ایک مسلسل تحریر بن کر رہ جاتی ہے جس کا کوئی مطلب ہی نہیں نکلتا۔ ان علامات کی مختلف اقسام ہیں:

رابطہ

خط

تفصیلیہ

ندائیہ وغیرہ

3+2

KHYBER PAKHTUNKHWA

تفصیلیہ:

یہ رموز اوقاف کی وہ قسم ہے جو کسی چیز کی تفصیل یا تشریح یا فہرست کو بیان کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اس کے نام "تفصیلیہ" سے ظاہر ہے۔

علامت: اس کی علامت (:-) ہے۔

استعمالِ تحریر: تحریر میں یہ کسی چیز کی تفصیل یا فہرست بطلب جملے کے آخر میں استعمال ہوتا ہے۔

مثالیں:

(1) میں نے دکان سے بہت سی چیزیں خریدیں یعنی:
کتابیں، پین، کاپیاں وغیرہ وغیرہ

(2) اس کی طبیعت میں بہت سی خوبیاں پائی جاتی ہیں مثلاً:
خوش اخلاقی، سچ گوئی، ایمانداری وغیرہ

(3) اس نے جو جو باتیں کی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:
اس نے کہا کہ میں نے فرسٹ پوزیشن حاصل کی ہے۔
ابو نے مجھے انعام بھی دیا وغیرہ وغیرہ۔

(vii)

جواب:

افسانہ کتبہ سے اخلاقی سبق:

افسانہ کتبہ سے ہمیں یہ اخلاقی سبق ملتا ہے کہ انسان کو پہلے اپنی زندگی میں اپنی ضروریات پر توجہ دینی چاہئے نہ کہ اپنی خواہشات پر اگر اس کی آمدن محدود ہو اور اسے اندازہ ہو کہ اس کے اس آمدن میں اسکی خواہشات کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس سبق میں ایک کتبہ خرید کر اسکے دل میں خواہش جاگ اٹھی تھی وہ اسکے

بس کی بات نہیں تھی وہ اسے پورا کر سکے اور یوں ہی اس خواہش سمیت اس کی زندگی چلی گئی اور وہ کتبہ اسکی قبر پر لگا دیا گیا جو اس نے اپنے گھر کے دروازے پر لگانے کی خواہش تھی۔

4

(xii)

جواب:

نظم بڑھے چلو کا مرکزی خیال یہ ہے کہ چاہے زندگی میں جتنی ہی مشکلات کیوں نہ ہو ہمت کبھی نہیں ہارنی چاہئے۔ اس نظم میں شاعر نوجوانوں کو اس بات پر ابھارنا چاہتا ہے کہ ہر مشکل اور اسکی ترقی کی راہ میں ہر ایک رکاوٹ کا مواخذہ کرنا چاہئے نہ کہ حوصلہ ہار کر بیٹھ جائے خاموش بلکہ ہر مشکل کے باوجود اسے اور آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ وہ اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکے۔

3 +2

(viii)

جواب:-

منظور کا خلاصہ:

سبق منظور ایک لڑکے یعنی منظور اور اسکے زندگی کے سفر کے بارے میں ہے کہ وہ کیسے اپنی مشکلات

یعنی اپنی بیماری کے باوجود وہ سب ہسپتال میں وقت گزارتا تھا۔ منظور نو یا دس برس کا لڑکا تھا جس کے جسم کا نچلا دھڑ کسی حادثے کے نتیجے میں مفلوج ہو گیا تھا اور اسکی وجہ سے وہ ہسپتال میں ڈاکٹروں کی نگرانی میں تھا۔ چونکہ اتنی بیماری کے باوجود بھی اسے ابھی تک امید تھی کہ وہ ٹھیک ہو جائے گا اور اس کا علاج ممکن ہے۔

وہ عام شکل و صورت کا لڑکا تھا مگر اس میں بلا کی کشش تھی اور ہسپتال میں ہر کوئی اس کا دوست، کوئی اس کا چچا، کوئی ماموں اور تمام نرسیں اس کی بہنیں تھیں۔ ایک رات ایک اور مریض جس کا نام اختر تھا انتہائی خراب حالت میں ہسپتال لایا گیا اس کی سانس غیر یقینی تھی اور اسے ایک جان لیوا بیماری (کورونری تھرومبس) تھی۔ جس کی وجہ سے ڈاکٹروں نے ان کے خاندان والوں والوں کو صاف بتا دیا تھا کہ وہ نہیں بچ سکتا لیکن منظور نے ساری رات اس کے لئے دعائیں کی اور جب صبح وہ نیم مندی ہوئی آنکھوں سے اپنے اردگرد کا جائزہ لے رہا تھا تو اس کی نظر منظور پر پڑی۔

یوں جب اس کی طبیعت ذرا سنبھل گئی تو وہ اور منظور باتیں کرنے لگ گئے اور یوں منظور نے اسے بتایا کہ اس نے اختر کیلئے کتنی دعائیں مانگی تھی۔ یوں ان دونوں میں عمر کے تفریق کے باوجود بہت گہری دوستی ہو گئی۔ اور اختر نے جب منظور کو دیکھا کہ وہ اتنی خراب حالت کے باوجود بھی اتنا خوش رہتا ہے اور ہر کسی کے ساتھ اپنی خوش طبیعتی کے باعث دوستی کر لیتا ہے تو اختر کو بھی جینے کا شوق پھر سے جڑنے لگا اور وہ اب اپنے اور منظور کی صحت کیلئے دعائیں مانگتا تھا۔

پھر ایک دن اچانک اسکو دل کے دورے پڑے اور جب وہ صبح اٹھا اور منظور کی بستر کی طرف دیکھا تو وہاں منظور کی جگہ ایک اور بوڑھا مریض پڑا تھا۔ اس نے نرس سے منظور کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ منظور فوت ہو چکا ہے تو اختر کو شدید صدمہ ہوا اس بات کا اور اسی دن اختر کو بھی ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا اس کی صحت یابی کے باعث۔

6

(iii)

جواب:

فرحت اللہ بیگ اور مولوی وحیدالدین جب حیدرآباد میں جلسے کیلئے چلے گئے تو انہوں نے جلسے کے شروع ہونے سے پہلے لوگوں کو مصروف رکھنا چاہا لہذا انہوں نے جلسہ شروع کیا تو مولوی وحیدالدین نے مولوی کریم الدین کا پانی ہت آنا بیان کیا۔ فرحت اللہ بیگ اس جلسے میں مولوی وحیدالدین کے خاک آلودہ کپڑوں کا تذکرہ کیا اور ان کے پھٹے پرانے جوتوں کا تذکرہ کیا اور نہ جانے کیوں تقریب کے دوران فرحت اللہ بیگ کا ہاتھ بار بار مولوی وحیدالدین کی طرف اٹھتا تھا جس کی وجہ سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ مولوی کریم الدین مولوی وحیدالدین کے باپ ہیں اس لیے کیونکہ مولوی وحیدالدین کے باپ کا نام بھی مولوی کریم الدین تھا۔

6

(x)

جواب:

نظم "بڑے ڈرپوک ہو" میں ستاروں کو ڈرپوک قرار دیا گیا ہے کہا گیا ہے کہ ستاروں تم دن کی روشنی (سورج کی روشنی) سے ڈر کر ساری رات چمکنے کے بعد سورج کے نمودار ہونے کے فوراً بعد جلدی سے چھپ جاتے ہو۔ تم میں اتنا حوصلہ نہیں کہ رات کے وقت جتنی ہی چمک کے ساتھ ٹمٹماتے ہو اس کے ساتھ ہی دن کے وقت یعنی سورج کے سامنے میں ٹمٹما سکو۔ اپنے حسن کے نظارے دکھا سکو۔ تمہارا حسن تو سورج کے حسن کے سامنے بالکل ناکام ہو جاتا ہے۔

سیکشن "ج"

سوال نمبر 3

(الف)

حوالۂ متن:

سبق کا نام: فاقہ میں روزہ

مصنف کا نام: خواجہ حسن نظامی

سیاق و سباق:

نے جنگِ آزادی 1857ء کے بعد بہت سے بچھڑے ہوئے گھروں کا خاکہ اپنی تحریروں میں بیان کیا ہے۔ جیسے وہ اپنے محبوبوں سے بچھڑ گئے اور کیسے وہ اپنے وطن کو چھوڑ کر کسی اور جگہ رہنے لگے اور بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی طرح اس سبق میں بھی انہوں نے ایسے ہی کسی ایک خاندان کے بچھڑنے کا خاکہ کھینچا ہے۔ کہ کیسے انہیں جنگِ آزادی کے بعد بہت سی سختیاں اٹھانی پڑیں

7 +2 = 5

تشریح / وضاحت:

اس سبق یعنی فاقہ میں روضہ نے مصنف نے بادشاہ آخر یعنی بہادر شاہ ظفر کے بھائی سلیم ظفر کے بھانجے شہ زور کے اور اس کے خاندان کی جنگِ آزادی سے بچھڑنے کے بعد کی تصویر کھینچی ہے۔ اس اقتباس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ شہ زور کے سارے خاندان والے بہت ہی ناز و نعمت میں پلے تھے بشمول ان کی بیگمات بھی۔ لیکن جنگِ آزادی کی مصیبتیں ان کو ہلاک کرنے کیلئے کافی نہیں لیکن اس دوران ان کی جان تو بچ گئی چونکہ مور تیوت نے انہیں پناہ دے رکھی تھی مگر اس کے بعد جب وہ کھیتیاں جن کی شہ زور دیکھ بھال کیا کرتا تھا اس پر بھی سیلاب آ گیا اور وہ ہلاک ہو گئے تو ان کیلئے تو دوبارہ اپنی زندگی بحال کرنا بہت ہی مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا۔ اور ایک وقت تھا کہ اس کے خاندان والے شاہی زندگی گزارتے تھے اور اب جنگ کے

بعد وہ فقیروں سے بھی بدتر ہو گئے اور بھیک مانگنے کو بس آ کے رہ گئے۔

سوال نمبر ۴:-

(ب)

حوالۂ متن:

شاعر کا نام: شکیب جلالی
غزل:

تشریح:-

اس شعر میں شاعر فرماتے ہیں کہ جس شان و شوکت سے کوئی مقتل قتل گاہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ ہی اسکیلئے بہتر ہے اور مزید وہ یہ کہتا ہے کہ یہ جان تو ویسے بھی جانی ہے تو اس کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اگر یہ زندگی کسی خاص مقصد کیلئے وقف ہو بھی جائے تو یہ اسکا ضائع ہونا نہیں ہے بلکہ یہ اسکو اس خاص مقصد میں مفید بنانا ہے۔ اور یوں شاعر فرماتا ہے کہ زندگی اگر یوں کسی اچھے کام میں وقف ہو جائے تو یہ میری کامیابی ہے۔ اس شعر میں شاعر کا مراد ہے کہ محبوب کے در بار بار جانے سے وہ زندگی سے بھی ہاتھ دھو سکتا ہے

ہے لیکن اگر اس سے اس عظیم کام یعنی محبوب کی دیدار کیلئے زندگی
سے بھی ہاتھ دھونے پڑ جائے تو کوئی پرواہ نہیں کم سے کم اُس کی
زندگی ضائع تو نہیں ہوئی۔

xx

6

xx

غلطی سے یہ جگہ خالی رہ گئی ہے۔

کوئی بات نہیں

xx

xx

شعر نمبر 2:

یہ بھی اسی شاعر ہی کی غزل ہے۔

تشریح:

اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ یوں تو عام مشاہدے کے مطابق ہر کوئی اگر کوئی کھیل کھیلتا ہے تو وہ اس میں کامیاب ہونا ہی چاہتا ہے۔ اور اس کا مقصد کامیاب ہونا ہوتا ہے اور وہ اس کھیل میں اپنی خوب کارکردگی دکھاتا ہے تاکہ کامیاب ہو سکے۔ لیکن اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ اگر عشق کی بازی میں میں ہار بھی جاؤں تو کوئی گل نہیں کیونکہ اگر میں جیت جاؤں تو مجھے محبوب کی صحبت نصیب ہو جائے گی لیکن اگر میں ہار جاؤں تب بھی کوئی نقصان نہیں کیونکہ میرے عشق میں قربانی کے چرچے تو کم سے کم ہوں گے۔ ایک اور شاعر نے یہ مضمون یوں بیان کیا ہے:

تم جس طرح چاہو لگاؤ بازی
اگر میں جیتا تو تم ہو میرے اگر میں ہارا تو میں تمہارا

should be on the tree portion of the page.

+2

8

سوال نمبر 5:

(ب)

میرا پسندیدہ مشغلہ:

یوں تو ایسے بہت سارے
کام ہیں جو لوگوں کو اپنے فارغ وقت میں کرنے میں وہ خوشی محسوس کرتے ہیں مگر میں جو کام کرنے میں خوشی محسوس کرتی ہوں وہ کتابیں پڑھنا ہے۔ مجھے کتابوں کو پڑھنے کا بہت شوق ہے کیونکہ کتابیں نہ تو صرف میرے فارغ وقت میں میرے دوست کی طرح میرا ساتھ دیتی ہیں بلکہ یہ مجھے میرے مستقبل کیلئے بھی مجھے تنگ نظری سے بچا کر دور اندیشی کی طرف لے کے جاتے ہیں یوں اگر مجھے کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو میں اپنے علم اور عقل کے ذریعے اس کو حل کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔

یوں تو میں نے بہت ساری کتابیں پڑھی ہیں جیسا کہ کلیاتِ اقبال، مبلک، تلاش، وغیرہ لیکن اب جو کتاب پڑھنے کا مجھے شوق لاحق ہوا ہے وہ قرآنِ مجید ہے اسکا پڑھنا سال میں دو بار تو ویسے بھی ہر مسلمان پر اس کا حق ہے۔ ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ سال میں دو بار ضرور پڑھنا چاہئے۔ یہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے۔ اور اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود لیا:

ترجمہ:

بے شک میں نے یہ کلام اتارا ہے اس لیے اسکی حفاظت

حفاظت بھی ہم خود کرینگے"۔

یہ کتاب ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ ہمیں زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں تعلیم دیتا ہے اور زندگی کا کوئی بھی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس پر اس کتاب میں بحث (روشنی) نہ ڈالی گئی ہو۔

اس میں زندگی کے ہر قسم کے معاملات یعنی انفرادی، اجتماعی معاشی اور معاشرتی معاملات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اب یہ تو ظاہر بات ہے کہ اگر ایک چیز کو ہم پڑھ رہے ہیں تو اسکا سمجھنا تو بے حد ضروری ہے اس لیے ابھی میں نے قرآن مجید کا ترجمہ اور تشریح اپنی بہن سمیت اپنے ابو کے زیر تربیت پڑھا ہے۔ اب جاکے زندگی کے تقریباً 17 سال گزرنے کے بعد جاکے ہمیں اس کتاب کی سمجھ آئی ہے جو تقریباً چودہ سو سال پہلے نازل ہوئی۔

اب کس قسم کا بھی مسئلہ ہو میں قرآن مجید کے زیر اثر اس کا حل نکال سکتی ہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر معاملہ تو انسان کے بس کا نہیں ہوتا کہ وہ حل کر سکیں لیکن اس کے لیے طرح طرح کے ذرایع کا استعمال کرنا ہوتا ہے تو اس لیے میں اپنے مشغلے یعنی قرآن مجید کے مطالعے تو اچھی طرح سرانجام دینے کیلئے مختلف علماء کی تشریحات پڑھتی ہوں جیسکہ کہ آج کل کے مفتی عظیم تقی عثمانی صاحب کی تفسیر،

سید ابوالاعلی المودودی رح کی تفسیر

امین احسن اصلاحی کی تفسیر

اور دیگر علماء یعنی طارق جمیل صاحب، طارق مسعود صاحب
وغیرہ کی تفاسیر سنتی اور پڑھتی ہوں۔
مثلاً ایک مسئلہ یعنی طلاق کے مسئلے میں بہت سارے لوگوں
کی رائے ہیں لیکن اصل مسئلہ مجھے سمجھ آگیا ہے تو وہ میرے
تفاسیر پڑھنے کے بعد آیا ہے میرا ذہن اور بھی وسیع ہو گیا ہے
جب سے میں نے یہ باعزت اور فائدہ مند **مشغلہ** اپنایا ہے۔
اس مشغلے نے مجھے بہت سے فوائد دیے ہیں۔

6+2

8